7

سب سے عظیم سعادت

تلاشِ رب

اللہ کے قرب کا یقینی راستہ

ابوعبداللہ

(۷)

تلاشِ رب

(اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)

ابو عبداللہ

(جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں)

نام کتاب: تلاشِ رب (اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)

تالیف: ابوعبداللہ

اشاعت اول: 2024ء (1445ھ)

....

ہمارا عزم

(۱)۔فرقہ واریت اورتعصب وتنگ نظری سے چھٹکارہ، (۲)۔اخلاص وسچائی کی ترویج، (۳)۔ قرآن و سنت کے پختہ دلائل کو بنیاد بنانا،(۴)سلف کے فہم سے استفادہ کرنا،(۵)۔احتیاط اورذمہ داری کوملحوظ رکھنا،(۶)۔اعتدال پر رہنا (۷)۔ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے:"حق اورسچ کومن وعن واضح کرنا"۔

نوٹ

(۱)۔ دیانتداری سے کوشش تو پوری کی گئی ہے کہ سچائی کو واضح کیا جائے۔لیکن انسانی کاوش خطا سے پاک نہیں۔اسلئے اگر کہیں کوئی خطا ہوئی ہوگی تو وہ دانستہ نہیں، بلکہ سہواً ہی ہوئی ہوگی۔لہٰذا اگر کہیں کوئی کمی بیشی نظر آئے،کوئی بات قرآن وسنت سے عدم مطابقت پرنظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں ہم آپ کے بےحد ممنون ہوں گے۔اگر واقعتاً ایسا ہی ہوا تو انشاءاللہ ہم فوراًرجوع کریں گے۔اللہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔(آمین)

(۲)۔خالق اور اسکی مخلوقات میں سے بہترین ہستیاں انبیاء علیہم السلام سے محبت اور ان کی عزت وتوقیرایمان کی بنیادی شرط ہے۔مزید یہ کہ اہل تقویٰ صالحین کا ادب واحترام بھی ہم پرلازم ہے۔لہٰذا تصانیف میں ہم نے الفاظ کے چناؤ میں ہرممکن ادب واحترام (Ethics) کوملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔لیکن سوشل میڈیا پرموجود مواد کوآسانی سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا اس ضمن میں ہمارے اس مواد میں کوئی بےادبی پرمبنی قابل اعتراض الفاظ نظر آئیں،تو وہ یقیناً کسی نے ہماری تحریر میں تحریف کی ہوگی۔لہٰذا اس صورت حال میں ہم سے تصدیق کرنا ضروری ہے۔

☆ چونکہ اس مسودہ کی پروف ریڈنگ ابھی پوری طرح سے نہیں ہوسکی،لہٰذا الفاظی غلطیوں کیلئے پیشگی معذرت۔

فہرست

☆ قابل غور!..5

☆ اللہ پر ایمان اور اللہ سے دوستی!..6

☆ اللہ سے تعلق کیسے نصیب ہو؟..7

☆ اللہ سے تعلق کا مطلب؟..7

☆ منزل تک رسائی کے اہداف..10

☆ آزمائش یا پکڑ؟ 24

☆ تعلق باللہ کے چند بنیادی ثمرات 26

☆ استقامت کیسے نصیب ہو؟..32

☆ حق کی تلاش میں: بطور نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ..............35

☆ ہماری دعوت..36

☆ ہماری اہم تحاریر..37

انتساب!

☆ اُن خوش نصیبوں کے نام جو مادی ونفسانی ہیجانات کو لگام ڈال کر ساری کائنات کے خالق و مالک کی منشاء کو پہلی ترجیح پر رکھتے ہوئے، اُسے پانے کیلئے بیقرار ہیں۔

☆ میرے پیارے والدین بالخصوص والدہ محترمہ مرحومہ کے نام جنکی (اسباب کی اس زندگی میں) تربیت اور پرورش و کفالت کے سبب یہ تحریر آپ کو دستیاب ہوسکی۔

قابل غور!

نایاب ہیرے سرِ راہ آسانی سے نہیں ملتے۔ جتنا بڑا ہدف (Goal/Target) ہوگا، اُسے پانے کیلئے تگ ودو بھی اسی قدر درکار ہوگی۔ اللہ رب العالمین سے بڑا اور کوئی نہیں، تو کیا وہ ایسے ہی بلا کاوش وقربانی مل جائے گا؟ یہی انسان کی بڑی غلط فہمی ہے۔ دنیا کی ہر قیمتی متاع کو پانے کیلئے تو وہ ہر مشقت جھیلنے کیلئے تیار ہے، لیکن سب سے قیمتی متاع کی اکثریت تو طالب ہی نہیں اور جو طالب ہیں بھی ان میں سے بھی الا ماشاء اللہ اکثریت شارٹ کٹ (Short Cut) کے چکر میں ہے۔ اُس تک رسائی کی وہ یقینی راہ جو قرآن وسنت نے بیان کی، الا ماشاء اللہ وہ ہماری طبع پر بہت ناگوار ہے۔ اسلئے اصل راستے کو جاننے اور اس پر چلنے کی طرف تو اکثریت آمادہ ہی نہیں ہوتی۔ مزید یہ کہ انسان خود کام کرنے کی بجائے ایسے راہنما ڈھونڈتا ہے جو کچھ کئے بغیر اسے مقصود تک پہنچا دیں۔ حالانکہ اللہ کو پانے کا ایسا کوئی شارٹ کٹ ہے ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم حقیقت سے کوسوں دور ہیں اور ان گنت مذہبی راہنماؤں، جماعتوں، دن رات کی محنت..... کے باوجود نتیجہ کچھ بھی نہیں! اللہ کو پانا تو دور کی بات ہے، قرآن کی حقیقی رہنمائی کے بغیر سفر کی وجہ سے اخلاقی زوال، بدعنوانی اور دنیا کی ذلت ورسوائی کی دلدل میں ہم دھنستے چلے جا رہے ہیں۔ اس تحریر میں پختہ دلائل کی روشنی میں مذکورہ بھنور سے نکلنے اور اللہ کو پانے کا یقینی راستہ کھول دیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی واقعتاً اس راہ کا طالب ہو تو بات بنے۔!

نوٹ: یہ تحریر ایک خلاصے کی شکل میں لکھی گئی ہے جس میں طوالت سے بچنے کیلئے چند ضروری دلائل تو بیان کر دیئے گئے ہیں، جبکہ باقی آیات کا منشاء بیان کر کے قارئین کیلئے تفصیلی مطالعہ کیلئے حوالہ جات پیش کر دیئے گئے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين و الصلاة و السلام على سيدالانبياء و المرسلين و على آله و صحبه اجمعين اما بعد!

اللہ پر ایمان اور اللہ سے دوستی!

اللہ پر ایمان یعنی اللہ کے موجود ہونے کا اقرار کرنا اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے، جبکہ اللہ کے ساتھ تعلق، اسکی دوستی اور اس کا قُرب نصیب ہونے کی الگ سے اہمیت ہے۔ جہاں تک اللہ پر ایمان کا تعلق ہے تو مسلمان تو الحمدللہ، اللہ کو مانتے ہی مانتے ہیں بلکہ منکرینِ خدا (Atheist) کے علاوہ سب غیر مسلم یہودی، عیسائی..... وغیرہ بھی اللہ کی ذات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ کو مان لینا کافی نہیں بلکہ بات اُس وقت بنتی ہے جب: (۱)۔ اللہ کو (**الٰہ**'' **واحد**) یعنی شرک سے پاک '' **معبودِ واحد**'' مانا جائے، اسکے علاوہ کسی کی '' **عبادت** '' نہ کی جائے، اور (۲)۔ خالق کو ماننے کے بعد اسکی بات بھی مانی جائے یعنی خالق کے ''**احکامات، اسکی حدود**'' کو کما حقہ ملحوظ رکھ کر زندگی بسر کی جائے۔ جس کے نتیجے میں اللہ کے ساتھ وہ حقیقی تعلق نصیب ہوتا ہے، جو مراد کو پانے کا سبب بنتا ہے۔ ورنہ اللہ کے ہونے کا اقرار تو اہل اسلام سمیت کفار بھی کرتے ہیں، لیکن شرک اور بدعملی کی بنا پر نتیجہ کچھ بھی نہیں۔ اس تحریر کا موضوع اللہ پر ایمان لانے کے دلائل سے متعلق نہیں، بلکہ اس میں اللہ کے ساتھ تعلق، دوستی اور اُسکے قرب کی یقینی راہ کو واضح کیا گیا ہے۔ جہاں تک اللہ پر ایمان کا تعلق ہے، تو اِسکے لئے قرآنِ حکیم اور آفاقِ عالم میں پھیلی ہوئی اللہ کی وسیع نشانیوں پر غور و فکر، اللہ پر ایمان و یقین کا ذریعہ ہیں، جیسا کہ پروردگار نے فرمایا:

﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ، وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ (الذاریات: 21-20)

''اور یقین والوں کے لئے تو زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی،
تو کیا تم دیکھتے نہیں (یعنی غور و فکر نہیں کرتے)؟ ''

اس موضوع یعنی اللہ پر ایمان کے ضمن میں لوگوں نے کئی تحاریر مرتب کی ہیں اور ہماری تحریر'' کائنات سے خالقِ کائنات تک'' میں بھی اللہ کے ہونے کے ٹھوس دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ اس تمہید کے بعد

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ تعلق نصیب ہونے کا راستہ کیا ہے؟

اللہ سے تعلق کیسے نصیب ہو؟

اس مختصر تحریر میں زندگی کا یہی سب سے بڑا راز (Secret of Life) کھولا گیا ہے کہ اللہ کا ساتھ کیسے مل سکتا ہے؟ اُسکے ساتھ دوستی کیسے نصیب ہوسکتی ہے؟ اس ضمن میں سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ سے تعلق یا اللہ کو پانے کا مطلب کیا ہے؟

اللہ سے تعلق کا مطلب

اللہ سے تعلق کا دعویٰ تو ہر کوئی کرتا ہے، لیکن اللہ سے تعلق یا اللہ کو پانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ بھی بندے کو قبول (Own) یعنی پسند کرے۔ اللہ کا بندے سے تعلق بندے کے **قلب وذہن** کے ذریعے ہوتا ہے۔ جب اللہ کسی کو قبول کرتا ہے، تو پھر انسان کی زندگی پر اسکے عظیم نتائج مرتب ہوتے ہیں، جن میں سے چند کی نشاندہی اس تحریر کے آخر میں کردی گئی ہے۔ بہرکیف بنیادی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ انسان کما حقہ **تقوی** پر آجاتا ہے، رسالت (یعنی قرآن وسنت) کی شفاف روشنی میں پختہ توحیدوالا ایمان نصیب ہوتا ہے اور شرک، بدعات، لغویات، غفلت، معصیت ونافرمانی، بے جا دنیوی مشاغل سے بیزاری، خواہشاتِ نفس پر قابو اور دعوتِ دین سمیت صالحات کی طرف رغبت ہونے کے ساتھ ساتھ دنیوی معاملات میں اللہ کی تائیدونصرت اور عافیت وآسانی اور قلبی اطمینان نصیب ہوجاتا ہے۔

تعلق باللہ کے درجات: تعلق باللہ کے درجات میں سے درج ذیل دو بنیادی درجے ہیں۔

پہلا درجہ: یہ تعلق باللہ کی وہ شکل ہے جس میں انسان صرف ضروری دین (فرائض وواجبات، حلال وحرام، حقوق العباد میں ذمہ داریوں کا لحاظ، اپنی رعیت تک امر بالمعروف ونھی عن المنکر) کو پوری طرح ملحوظ رکھنے کا فیصلہ کرتا ہے اور بہت آگے بڑھتے ہوئے درجہ احسان کو ٹارگٹ نہیں کرتا۔ اس فیصلے کے نتیجے میں بھی اللہ سے تعلق بن جاتا ہے، لیکن بہت واضح ایمانی کیفیات ظاہر نہیں ہوتیں۔ اللہ کے قانون کی رُو سے اس تعلق کے نتیجے میں انشاء اللہ حساب کتاب ہوگا، جہالت کی بنا پر ہونے والی کمی کوتاہیوں سے درگزر کیا جائے گا اور بالآخر اس خوش نصیب کو نامہ اعمال دائیں

ہاتھ میں دے کر ابدی راحتوں میں داخل کر دیا جائے گا، تفصیل کیلئے دیکھئے:

(سورہ نجم:53: آیت:32)،(سورۃ الواقعہ:56:7-14)،(سورہ توبہ:9:112)

<u>اگلا درجہ: سبقت کی راہ:</u> یہ بڑا فیصلہ ہے یعنی ذمہ داری سے مزید آگے کا درجہ، عدل سے آگے بڑھتے ہوئے درجہ احسان پر آنے کا فیصلہ۔ یہ سبقت اختیار کرنے والے وہ خوش نصیب ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ کے مقرب بنیں گے، اللہ ان سے محبت کرے گا:

﴿فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ٥﴾ (آل عمران:3:148)

''سو عطا فرمایا، اللہ نے ان کو صلہ دنیا کا بھی اور بہترین اجر آخرت کا بھی اور اللہ محبوب رکھتا ہے محسنین کو۔''

یہی خوش نصیب بروزِ قیامت بلاحساب کتاب جنت کے اعلیٰ درجات کو پائیں گے۔ یہ زندگی کے بڑے مقصد (Greator Meaning of Life) کے تحت جینے کی راہ ہے۔ بنیادی ذمہ داری (فرائض وواجبات) کو ملحوظ رکھنے کے بعد بڑے مقصد کے تحت مزید آگے بڑھنے کے درج ذیل بنیادی اہداف ہیں:

(۱)۔دعوتِ دین (یعنی اہل وعیال، رعیت اور اس سے مزید آگے)، (۲)۔اللہ کی یاد اور نفلی عبادات، (۳)۔زکوٰۃ سے زائد انفاق، (۴)۔صبر وشکر اور قناعت پر رہنا، (۵)۔خدمت خلق: اللہ کی رضا کی خاطر مخلوقِ خدا، ملک وقوم کی اپنی صلاحیتوں اور اسباب سے خدمت۔

اپنی استعداد کے مطابق ان میں آگے بڑھنے کا عزم کرنا، تعلق باللہ کے دوسرے درجے کو پانا ہے۔ اس سعادت کو پانے کیلئے پختہ فیصلے اور بھرپور جدوجہد اور قربانی کی ضرورت ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے: (سورۃ الواقعہ: 56: 7-14)،(ذاریات: 51: 15-19)، (البقرہ: 2: 112)، (لقمان:31: آیت:22)،(نساء:4:125)

مزید یہ کہ اسلام اور ملک وملت کے دفاع کیلئے ضرورت پڑنے پر **جہاد** کیلئے تیار رہنا۔ لیکن جہاد یہ نہیں کہ انفرادی طور پر ہر کوئی اٹھ کھڑا ہو بلکہ یہ ایک بہت سنجیدہ ذمہ داری ہے جو ناگزیر حالات میں

شرائط اور قانون و قاعدے کے تحت اسلام، اہل اسلام اور ملک وملت کے دفاع کی خاطر کفار کے خلاف اسلامی حکومت کی کال (Call) کے تحت ہے۔ حالات کی نوعیت کے تحت یہ بنیادی فریضہ بھی ہوسکتا ہے اور مستحب بھی۔

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ اللہ سے تعلق کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ اس پر لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے، ضخیم تحاریر اور بڑے بڑے چلّے بتلائے ہیں جو کہ عموماً کارگر ثابت نہیں ہو پاتے۔ اکثریت کو تو الا ماشاء اللہ اس راہ سے کوئی زیادہ سروکار ہی نہیں، لیکن وہ لوگ جو اس راہ کو پانے کیلئے آمادہ ہوتے ہیں وہ بھی شارٹ کٹ (Short Cut) کے چکر میں الا ماشاء اللہ راہ یاب نہیں ہو پاتے۔ حقیقت کو نہ پانے کی درج ذیل پانچ بنیادی وجوہات ہیں:

(۱)۔ دین کے سارے ضروری احکامات کی بجا آوری کی بجائے جزوی دین پر عمل کرنا۔ دین کے وہ احکامات جو ہماری خواہشات اور دنیا کی راہ میں رکاوٹ کا باعث نہیں ان پر تو عمل کر لینا، لیکن جو احکامات ہماری خواہشات اور دنیا متاثر کرنے کا باعث بنیں انہیں چھوڑ دینا۔ ایسے طرز عمل سے اللہ کو پانا تو بہت دور کی بات ہے، بلکہ انسان اُلٹا اللہ کی گرفت اور نفاق کی زَد میں آ کر ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ (دیکھئے: البقرہ:85 اور الحج:11) یاد رکھیں! جب تک پوری طرح اپنے من کو اللہ کے احکامات کے سامنے خوشدلی سے پیش نہ کر دیا جائے بات نہیں بنتی۔

(۲)۔ اس راہ کی ایک بڑی غلط فہمی یہ بھی ہے کہ اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ یہ سفر ہم نے خود طے نہیں کرنا ، بلکہ کسی بزرگ، پیر وغیرہ نے طے کروانا ہے۔ حالانکہ استاد کا کام راستے کی رہنمائی کرنا ہوتا ہے، جبکہ امتحان تو سٹوڈنٹ نے خود ہی دینا ہوتا ہے۔! جب اللہ سے تعلق کے خواہاں آپ خود ہیں، تو پھر امتحان بھی تو آپ کا ہی ہونا ہے نہ کہ آپکی جگہ کسی دوسرے کا۔!

(۳)۔ رہنماؤں (Guides) کی طرف سے منزل کی طرف قرآن وسنت کی ٹھوس اور یقینی رہنمائی کی بجائے ناقص رہنمائی ملنا۔ بلکہ الا ماشاء اللہ اکثریت تو ویسے ہی لُوٹ مار کیلئے بیٹھی ہے۔ جب سودا ہی خالص نہ ملے گا، راستہ (Track) ہی ٹھیک نہ ہوگا، تو منزل کیسے مل پائے گی؟

(۴)۔حسنِ نیت اور سوفیصد اخلاص کا موجود نہ ہونا، بلکہ اللہ کی آڑ میں دیگر مفادات (دولت،عزت،شہرت،فرقہ واریت) کا پیش نظر ہونا۔

(۵)۔یہ راستہ طویل بھی ہے اور کٹھن بھی۔یعنی لمبا عرصہ استقامت کے ساتھ چلتے رہنے کے بعد ہی بات بنتی ہے۔یہاں بہت صبر کی ضرورت ہے۔عموماً عجلت کی بنا پر لوگ جلد ہمت ہار جاتے ہیں۔لیکن اہل اخلاص کو اللہ ہاتھوں ہاتھ لے کر خود مراد تک پہنچانے کی راہ ہموار کرتا ہے۔

الحمدللہ طویل عرصہ: قرآن وسنت پر غور وفکر، بے شمار اہل علم سے استفادہ، تجربات ومشاہدات کی بنیاد اور پختہ علم کی روشنی میں، اللہ کے فضل سے اس عظیم موضوع پر انتہائی اختصار سے اجمالاً چند نکات پر مبنی حل پیش کیا گیا ہے، جوان شاءاللہ یقینی نتیجہ کا باعث ثابت ہوگا۔مراد تک رسائی کیلئے اس تحریر کے ایک ایک لفظ پر غور وفکر کرکے اسکی گہرائی میں اُتر کر اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔یہ راہ آسان تو نہیں ،لیکن اس تحریر میں یقینی حل انتہائی اختصار سے بہت واضح کردیا گیا ہے جو آسانی کا ذریعہ بنے گا۔

منزل تک رسائی کے اہداف

اللہ سے تعلق کا سب سے پہلا مرحلہ، اللہ سے تعلق کی درج ذیل تین بنیادوں کو درست کرنا ہے:

(۱)۔الوہیت (لاالٰہ الااللہ): یعنی ''الٰہ / معبود'' کے تصور کو مکمل خالص کرنا ہے۔ہر قسم کی شراکت سے پاک کرنا ہے، (۲)۔عبادت (اِیَّاکَ نَعۡبُدُ): عبادت کو صرف اللہ کیلئے خالص کرتے ہوئے،نفس اور مخلوق کی عبادت سے مکمل اجتناب کرنا ہے،(۳)۔کارساز (الوکیل): کارساز کے تصور کو درست کرنا ہے۔

یہ کلمے (لاالٰہ الااللہ محمد الرسول اللہ) کے پہلے حصے (لاالٰہ الااللہ) کا تقاضا ہے۔جب تک یہ تینوں بنیادیں قرآنی احکامات کے مطابق استوار نہ ہوں گی بات نہ بن سکے گی۔کلمے کے اس پہلے حصے کی توفیق ان لوگوں کو ملے گی جو کلمے کے دوسرے حصے (محمد الرسول اللہ) کو ملحوظ رکھیں گے۔یعنی آباپرستی اور اکابر پرستی کی بجائے رسول (قرآن وسنت) کی راہ اپنائیں گے،رسالت کے تقاضے پورے کریں گے۔توحید اور رسالت کے حقیقی فہم کیلئے دیکھیئے ہماری تحاریر:

(توحید کا جامع تصور اور رسالت کا حقیقی تصور)

اب اس سب سے بڑی سعادت پر مبنی عظیم راہ کو پانے کے درج ذیل کُل پانچ اہداف ہیں:

(1)۔حسنِ نیت یعنی اخلاص پر آنا، (2)۔ پیاس وتڑپ/پختہ فیصلہ کرنا، (3)۔سبقت وترجیح کے ساتھ اللہ کو پانے کی بھرپورکوشش کرنا، (4)۔امتحان پر ثابت قدم رہنااور (5)۔دعا کا دامن تھامے رکھنا۔

یہ اہداف ہی درحقیقت رسولوں (علیہم السلام) کی راہ ہے جس پر لوگوں کو لانے کی انہوں نے محنت کی۔یہ پانچ اہداف جب حقیقی معنوں میں حاصل ہوجائیں گے تو انسان توحید کے نور سے آراستہ ہوجائے گا۔

وہ بنیادی محرکات جواس عظیم راہ کی تڑپ اوراسے اختیار کرنے کا ابتدائی سبب بن سکتے ہیں یعنی جن کی بناپراللہ بندے کومنتخب کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، وہ یہ ہیں:

(۱)۔من میں سچائی، دیانتداری کا موجود ہونا، طبع سلیم کا مسخ نہ ہونا، (۲)۔لوگوں کا حق غصب کرنے کی بجائے ایثاروقربانی کا جذبہ موجود ہونا، (۳)۔مخلوق سے ہمدردی کا جذبہ ہونا، انتقام کی بجائے معافی اور درگزرکی راہ پر چلنا، لوگوں کواذیتیں دینے کی بجائے، جہاں تک ممکن ہو آسانیاں بانٹنا، (۴)۔اچھے ماحول کا میسر آجانا یا (۵)۔زندگی میں کسی بڑی محرومی (بیماری، حادثہ، کسی قریبی عزیز کی موت، مال وجائیداد میں نقصان وغیرہ) کا آجانا۔

ان صفات کی بناپر دنیا کا کچھ نہ کچھ نقصان تو ہونا ہی ہونا ہے، لیکن اسکے نتیجے میں وہ کچھ ملنا ہے جسکا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا یعنی خالق کا ساتھ۔!

اب ہم مراد کو پانے کے اہداف کی وضاحت پیش کرتے ہیں۔

(1)۔حسنِ نیت یعنی اخلاص کا ہونا

اللہ کو پانے کیلئے پہلی شرط نیت کا سوفیصد خالص ہونا ہے۔نیت میں کسی قسم کا کھوٹ، فریب، دھوکہ دہی اور ملاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔اخلاص کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ابلیس کے ہاتھوں ہلاکت سے بھی صرف وہی بچ سکے گا جو مخلص ہوگا، جیسا کہ ابلیس نے خود اعتراف کیا:

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ o اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ o ﴾

(ص:38: آیت:82-83)

''شیطان نے کہا (اے رب) تیری عزت کی قسم میں ساری (انسانیت) کو اچک (اغوا کر) لوں گا۔ مگر سوائے تیرے وہ بندے جو ان میں سے مخلص ہوں گے۔''

پروردگار نے واضح کر دیا کہ اس کے لئے قابل قبول اطاعت صرف وہی ہے جس میں کامل اخلاص ہو، ارشاد ہوا: ﴿ اَلاَ لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ﴾ (زمر:3:39)

''آگاہ ہو جاؤ! اللہ کیلئے (قابل قبول) صرف وہی دین ہے جو خالص ہو (صرف اسی کیلئے)۔''

مزید فرمایا:

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ سَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًاo﴾ (النساء:146:4)

''مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی، اپنی اصلاح کر لی اور اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق جوڑ لیا اور اپنا دین اللہ کیلئے (مکمل طور پر) خالص کر لیا، تو یہ لوگ (جنت میں) مومنین کی سنگت میں ہوں گے اور اللہ مومنین کو بہت بڑا اجر دے گا۔''

اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص دنیا سے رخصت ہوا، اللہ وحدہٗ کے لئے کامل اخلاص پر، بلاشرک اس کی عبادت پر، نماز قائم کرنے پر اور زکوٰۃ دینے پر، اسکی موت اس حال میں ہوگی کہ اللہ اس سے راضی ہوگا (سبحان اللہ)۔'' (ابن ماجہ، باب الایمان، المستدرک للحاکم:362/2)

اس ضمن میں مزید دلائل کیلئے دیکھئے: (سورہ عنکبوت:69:29)، (البقرہ:257:2)

پس معلوم ہو گیا کہ اس عظیم راہ سے محروم رہنے کی سب سے بڑی وجہ کامل اخلاص کا نہ ہونا ہی ہوتا ہے۔

اخلاص کا مطلب ہے کہ کاوش کا مقصد:

''اللہ کو پانا، اسکی رضا کا حصول یا اخروی فلاح کے سوا کچھ اور نہ ہو۔''

اسلئے ٹھوک بجا کر سب سے پہلے اپنے آپ کو اچھی طرح چیک کرنے ،محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ کو پانے کی آڑ میں کہیں خواہشات کے بُت تو اندر بھیس بدل کر چھپے نہیں ہوئے ؟ اندر یعنی باطن کی صفائی کے بغیر اللہ نہیں مل سکتا۔اسلئے سب سے پہلے اخلاص کی راہ میں حائل درج ذیل رکاوٹوں کو دور کیا جائے،یعنی اللہ کو پانے کی آڑ میں :

(i)۔مقام و مرتبہ اور عزت وشہرت پیش نظر ہونا، (ii)۔دولت و دیگر دنیوی مفادات ہونا، اور (iii)۔اسلام کی فکر کی بجائے اپنے اپنے گروہ، مسالک اور فرقوں کی آبیاری اور رسولوں (علیہم السلام) کی پیروی کی بجائے دیگر شخصیات کی اندھا دھند پیروی کا بھوت سوار ہونا۔

اس ضمن میں درج ذیل باتوں کو سختی سے ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے:

(ا)۔جس نے دولت وشہرت نہ دیکھی ہو وہ عموماً ڈبہ پیر بن جاتا ہے۔ہوس کے یہ بُت چونکہ نکلے نہیں ہوتے ،اسلئے یہ بھیس بدل کر اندر ہی بیٹھ جاتے ہیں اور انسان ڈبہ پیر بن جاتا ہے۔پھر وہ اللہ کے نام پر لوگوں کو لوٹنا شروع کر دیتا ہے۔اس ضمن میں عصرِ حاضر کے فتنوں کے تناظر میں نامور پاکستانی دانشور اشفاق احمدؒ نے بہت زبردست رہنمائی فرمائی ہے، جو میرے اپنے لئے منزل کی تلاش میں بہت موثر ثابت ہوئی،فرماتے ہیں:

''زندگی کا مقصد ذمہ داری ہے اور سب سے بڑی ذمہ داری ،اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے........عام طور پر آدمی کے دل میں اگر کوئی 'چور' نہ ہو تو منزل بڑی آسان ہو جاتی ہے۔امیر آدمی اگر تہیہ کر لے تو بڑے دربار میں وہ بڑے کم وقت میں پہنچ جاتا ہے........ غریب آدمی کے دل کے کسی کونے کھدرے میں،دولت کی محبت، آسائش کی محبت،روشن مستقبل کی خواہش...... چھپی ہوتی ہے۔وہ اس پر غلاف چڑھا دیتا ہے، یہ چور نکلتا نہیں،بھیس بدل کر دل میں کہیں چھپ جاتا ہے،اسی لئے غریب آدمی ڈبہ پیر بن کر بیٹھ جاتا ہے،آگے بڑھ نہیں سکتا۔اصل بات دل سے آرزو نکالنے کی ہے۔امیر آدمی کا دل پُر ہو چکا ہوتا ہے۔غریب آدمی

کے دل میں ہوس ہوتی ہے حاصل کرنے کی، وہ خواہشوں کے بُت آستینوں میں چھپا کر رکھتا ہے....... اپنے دل کے اندر جھاڑ و پھیر کر دیکھو اس میں کہاں کہاں گند پڑا ہے.......؟۔''

لیکن غریب آدمی اگر قناعت اختیار کر لے (جو کہ بہت مشکل کام ہے) تو وہ امیر آدمی سے بھی آگے نکل سکتا ہے۔ کیونکہ محرومیاں سرمایہ (Asset) ہوتی ہیں۔ محروم شخص اگر قناعت اختیار کر لے تو وہ صبر کے مقام پر ہوتا ہے جو کہ بہت بڑا مقام ہے۔ یہ رب کے ساتھ کاروبار (Invesment) ہے جس کا بے انتہاء صلہ ملنا ہے۔

(۲)۔ دوسری طرف فرقہ واریت ایسی دو دھاری تلوار ہے جو انسان کے پلے کچھ بھی نہیں رہنے دیتی۔ فرقہ واریت سے نجات کی مثال ایسے ہے جیسے بغیر رنگ (Clourless) شیشوں والی عینک، جس میں سے ہر چیز اپنے اصل رنگ میں نظر آتی ہے۔ جبکہ فرقہ واریت کی مثال رنگین (سرخ، سبز، نیلے پیلے...) شیشوں والی عینکیں ہیں۔ جس رنگ کی عینک پہنیں گے چیزیں اسی رنگ کی نظر آئیں گی۔ یعنی ایسے لوگ قرآن وسنت کو بذریعہ تاویل وتحریف اپنے اپنے رنگ میں پیش کر کے اللہ کے قرب کی بجائے اللہ کے غضب کے مستحق ہو جائیں گے، جیسا کہ پروردگار نے متنبہ کیا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ (حم السجدہ:40)

''بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات میں تحریف کرتے ہیں (اصل معنی سے ہٹاتے ہیں) وہ ہم سے مخفی نہیں، بھلا جو شخص آگ میں ڈالا جانے والا ہے اچھا ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن کے ساتھ آنے والا ہے؟ تم جو چاہو کرو (لیکن یاد رکھو) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اسے یقیناً دیکھ رہا ہے''۔

علم کی بہت اہمیت ہے لیکن اخلاص کی بدولت کم علم بھی کفایت کر جاتا ہے، لیکن اخلاص کی عدم موجودگی میں بڑی بڑی ڈگریاں، تجربہ، لائبریریاں اور کتابوں کے ڈھیر بھی کسی کام نہیں آپاتے۔ اسلئے اس راہ کے مسافر کو سب سے پہلے اپنے آپ کو اچھی طرح ٹھوک بجا کر چیک کرنے کی ضرورت ہے، کہ کہیں اللہ کی آڑ میں مذکورہ مقاصد تو پیش نظر نہیں؟ ورنہ سفر کا آغاز

ہی نہ ہو پائے گا اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔اخلاص نہ ہونے کی مثال صفر سے ضرب ہے۔کتنی ہی بڑی رقم کیوں نہ ہو،صفر سے ضرب لگنے سے نتیجہ صفر ہی ہو جاتا ہے۔اسی طرح دن رات کی ان تھک محنت اخلاص کے نہ ہونے سے بالآخر بے نتیجہ ثابت ہو جاتی ہے۔

(۳)۔اخلاص کی دولت ملنے سے انسان اندر اور باہر سے ایک جیسا ہو جاتا ہے۔اپنے لئے اور دوسروں کیلئے وہ ایک جیسے معیار پر رہنا پسند کرتا ہے۔ایسا نہیں کہ لوگوں کے سامنے اور،اور خلوت میں کچھ اور، بلکہ اسکی خلوت اور جلوت ایک جیسی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ہر قدم اس ہستی کو پیش نظر رکھ کر اٹھاتا ہے جو علام الغیوب ہے، جو سینوں کے راز اور آنکھوں کی خیانت تک سے آگاہ ہے۔

اس ضمن میں ایک مرد خدا نے اللہ کو پانے کا نسخہ یوں بیان فرمایا:

''اندر اور باہر کا فرق کم (یا ختم) کر دو، اللہ کو پالو گے۔''

کہنے کو تو یہ بات بہت آسان، لیکن اس پر پورا اترنا اتنا مشکل ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(۴)۔ مزید یہ کہ جب تک جزوی من پسند دین کی بجائے دین کے سارے ضروری احکامات کی بجا آوری نہ کی جائے گی اور پوری طرح سے اپنے آپ کو اللہ کے احکامات کے سامنے خوشدلی سے پیش نہ کر دیا جائے گا بات نہ بن پائے گی۔(دیکھئے: البقرہ:85 اور الحج:11)

ان رکاوٹوں سے دامن بچانا کوئی آسان کام نہیں، بلکہ جان جوکھوں اور پہاڑ سر کرنے سے بھی دشوار ہے۔یاد رکھیں! اہل اخلاص کو اللہ کبھی ضائع نہیں کرتا، اگر مناسب درجہ حرارت میں دودھ کو جاگ لگ جائے تو دہی بننے کا عمل لازمی شروع ہو جاتا ہے۔نتیجہ نہ ملنے میں پہلی سب سے بڑی رکاوٹ اخلاص کا نہ ہونا ہی ہوتا ہے۔اور فرقہ واریت اور مادیت کی وجہ سے فی زمانہ امت مسلمہ کا یہی بڑا مسئلہ ہے۔اس عظیم راہ کی پہلی رکاوٹ کا یہ اجمالی بیان ہے جسے اچھی طرح ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے۔

(2)۔ پیاس و تڑپ / پختہ فیصلہ کرنا

کوئی بھی ہدف ہو اسے پانے کیلئے اخلاص کے بعد اگلا قدم اس کا پختہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔فیصلے کی نوبت اس وقت آتی ہے جب کسی چیز کے کرنے کو ناگزیر سمجھا جائے۔مقصود کو پانے کی انسان کے اندر

پیاس ہو،تڑپ ہو۔جب تک فیصلہ نہ کیا جائے منزل کی طرف سفر ہی شروع نہیں ہو پاتا۔اسلئے اگر اخلاص کی راہ میں حائل رکاوٹوں سے نجات مل گئی ہے،تو اب اس عظیم راہ کو پانے کا پختہ فیصلہ کرلیں تاکہ گاڑی چلنا شروع ہوجائے۔اخلاص کی موجودگی میں اللہ کو پانے کا دوسرا قدم اس راہ کو پانے کی شدید پیاس اورتڑپ کی بناپراسکا پختہ فیصلہ کرکے رجوع الی اللہ کرنا ہے،جیسا کہ پروردگار نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ o﴾(الشوریٰ:42:آیت:13)

''اللہ چُن لیتا ہے اپنے لئے جسے چاہے اور راستہ دکھاتا ہے اپنی طرف آنے کا ہر اس شخص کو جو رجوع کرتا ہے(اس کی طرف)۔''

یعنی جو کوئی بھی اللہ کو پانے کیلئے فیصلہ کرتا ہے،اسکی طرف رخ کرتا ہے، اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے،اسکے لئے بیقرار ہوتا ہے،تو پروردگار اپنی طرف آنے کی راہیں اس پر کھولنا شروع کردیتا ہے۔

(3)۔کاوش وقربانی

خالی دعوے نہیں بلکہ کام کرنا پڑے گا۔اس عظیم راہ کی تیسری شرط کاوش وقربانی اور جدوجہد ہے۔اللہ کو پانے کیلئے اللہ کو زندگی کی ترجیح اول بنا کر سبقت کی راہ کو اختیار کرنا پڑے گا۔اگر کسی نے (MBBS) کی ڈگری کرنے کا فیصلہ کیا ہوتو پھر وہ چادر اوڑھ کر سوتو نہیں جائے گا! بلکہ مقصود کو پانے کیلئے ہر ممکن اقدامات کیلئے اٹھ کھڑا ہوگا۔گھر بیٹھے کچھ نہیں ملتا۔اسکے لئے ہاتھ پیر مارنے پڑیں گے۔جان، مال، وقت کی قربانی کرنی پڑے گی۔مزید یہ کہ فہم قرآن، دین سیکھنے اور دوسروں تک پہنچانے کا شوق وجذبہ پیدا کرنا پڑے گا۔اس ضمن میں پروردگار نے انتہائی اہم خبر دی،فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ o﴾(سورہ عنکبوت:29:آیت:69)

''اور جنھوں نے کوشش کی ہمارے لئے، ان پر ہم ضرور کھولیں گے اپنی راہیں اور یقیناً اللہ محسنین کے ساتھ ہے۔''

یہاں اخلاص اور کاوش (جَاهَدُوا فِينَا) دونوں شرطیں اکٹھی بیان ہوگئی ہیں اور پورے زور کے ساتھ خالق نے انسانیت پر اپنا قانون واضح کر دیا ہے کہ جو کوئی بھی اخلاص کے ساتھ اللہ کو پانے کیلئے کوشش کرے گا، ہاتھ پیر مارے گا تو اللہ ''فاعل'' بن کر خود اس پر اپنی راہیں ہر صورت کھولے گا۔یعنی اللہ اُسے اپنے راستے پر خود ڈال دے گا۔اگر کہیں سمت غلط بھی ہے، لیکن سو فیصد اخلاص اور کاوش وقربانی موجود ہے، تو اللہ خود اسکی سمت درست کر دے گا۔اس ضمن میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف جانے کا پختہ اور یقینی راستہ **قرآن** کا راستہ ہے اور پھر قرآن کی مزید وضاحت اور عملی شکل کیلئے سنت کی راہ۔اس راہ پر آئے بغیر حقیقی طور پر اللہ کو پانا ممکن نہیں۔اور اللہ تڑپ رکھنے والے اہل اخلاص کو خود اس راہ پر گامزن کر دیتا ہے۔

اس ضمن میں یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ جب تک اللہ کیلئے ''**مال**'' سمیت دیگر محبوب چیزیں (اشیاء، وقت، جان، صلاحیتیں) خرچ نہ کریں گے بات نہ بن پائے گی، پروردگار نے فرمایا:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (آل عمران:92)

''تم ہرگز نہیں پا سکتے نیکی کو جب تک کہ تم خرچ نہ کرو اس میں سے جسے تم محبوب رکھتے ہو۔''

اور قابلِ رشک زندگی کی عظیم رہنمائی یوں فرمائی گئی:

﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾ (آل عمران:3:134)

''وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی میں بھی اور تنگی میں بھی، اور پی جانے والے ہیں غصے کو اور معاف کر دینے والے ہیں لوگوں کو اور اللہ محبوب رکھتا ہے محسنین کو۔''

اس ضمن میں مزید وضاحت کیلئے دیکھئے:

(الحجرات: 49: 14-15)، (الحدید: 57: 11-12)، (منافقون: 63: 9-10)

(الیل:92:17-21)، (البقرہ:2: آیت:177، 274)، (آل عمران:3:180)

اگر اللہ کو پانا چاہتے ہیں تو پھر خوشدلی سے زکوٰۃ کے علاوہ بھی حسب توفیق اللہ کیلئے مال خرچ کرنے کا فیصلہ کریں یعنی (دینی ضروریات: مساجد کے خرچے میں، دینی اشاعت، دین کی سربلندی یعنی اقامتِ دین اور انسانی ہمدردی کیلئے) ورنہ بات نہ بنے گی۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا نسخہ یہ ہے کہ:

''آپ امیر ہیں یا غریب، حسبِ توفیق اپنی آمدن یا تنخواہ کا ماہوار کچھ حصہ اللہ کیلئے مختص کر دیں، تنخواہ ملتے ہی سب سے پہلے اِسے الگ کریں۔ تنخواہ کے علاوہ جب کبھی کوئی زائد رقم ہاتھ لگے تو خوش دلی کے ساتھ حسب توفیق کچھ حصہ فوراً نکال دیا جائے۔ البتہ فقرا اور مساکین کی عبادات اور ذکر واذکار ان شاء اللہ صدقہ کا نعم البدل بن جائیں گی۔''

مال کہاں سے آئے گا؟ معیارِ زندگی بلند کرنے کیلئے ڈھیروں مال خرچ کرنے کی بجائے حقیقی ضروریات کو ملحوظ رکھا جائے۔ زندگی میانہ روی پر لائی جائے، کم از کم یہ کہ ہر شخص اپنے سٹیٹس کے حساب سے میانہ روی اختیار کرے، بے جا ضروریات اور خواہشات کو محدود کیا جائے...... یوں انشاء اللہ پیسہ ضرور بچے گا جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جا سکے۔ یہاں کیا جانے والا یہ صبر انشاء اللہ تعلق باللہ سمیت اخروی نجات اور ہمیشہ کے عیش اور راحتوں کا سبب ضرور بنے گا۔

(4)۔امتحان پر ثابت قدمی

اب اس عظیم راہ کا آخری مرحلہ (Step) رہ گیا ہے جو کہ بہت مشکل ہے۔ بظاہر تو یہ کڑوا ہے، لیکن حقیقت میں نتیجے کے اعتبار سے یہ بہت عظیم ہے۔ اللہ سے کبھی مشکل نہیں مانگنی چاہئے، ہمیشہ عافیت وآسانی کی دعا اور اسی کی کوشش کرنی چاہئے۔ بلکہ کارآمد بننے کیلئے تعلیم اور ہنر کے ذریعے اپنی صلاحیت بڑھانا، متوازن غذا اور ورزش کے ذریعے اپنی '' **صحت** '' کا بھرپور خیال رکھنا بھی بہت ضروری ہے۔ لیکن اللہ کا قانون یہ ہے کہ اس نے کچھ عطا کرنے سے قبل امتحان ضرور لینا ہے، جیسا کہ پروردگار نے دوٹوک الفاظ میں انسانیت پر اپنا قانون واضح کر دیا:

﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ ھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ o وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَo﴾ (عنکبوت:29:2-3)

''کیاانسان یہ خیال کرتا ہے کہ صرف اتنا کہنے پر کہ وہ ایمان لے آیا چھوڑ دیا جائے گا اور اسکی آزمائش نہیں کی جائے گی؟ یقیناً آزمایا گیا تھا اُن لوگوں کو بھی جو اِن سے پہلے تھے، تو اللہ لازماً جانچ کررہے گا سچوں اور جھوٹوں کو۔''

ان آیات کے شانِ نزول کے تحت آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے جب اُن پر ہونے والے کفارِ مکہ کے ظلم و ستم کی شکایت آپ ﷺ سے کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ ظلم وتشدد تو اہل ایمان کی تاریخ کا حصہ ہے، تم سے پہلے مومنوں کا یہ حال کیا گیا کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں انہیں کھڑا کر دیا گیا اور پھر ان کے سروں پر آرا چلا دیا گیا، جس سے ان کے جسم دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ اسی طرح لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت پر ہڈیوں تک پھیریں گئیں لیکن یہ ایذائیں انہیں دین حق سے پھیرنے میں کامیاب نہ ہوئیں۔'' (صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء:6943)

صحابہ کرامؓ میں بھی سیدنا بلال ومقداد، حضرت صہیب، سیدنا عمار انکی والدہ اور انکے والد حضرت یاسر...... رضی اللہ عنہم پر بھی شدید ظلم ڈھائے گئے، لیکن وہ ثابت قدم رہے۔ ہم تو کسی کھاتے میں نہیں آتے، یہ تو وہ عظیم لوگ تھے جنہیں اللہ نے عظیم مقام سے سرفراز کرنے کیلئے بہت مشکل امتحان سے گزارا۔ لیکن سوچنے کی بات ہے کہ اگر فرائض وواجبات کو اختیار کرنا اور حرام سے بچنا بھی ہم پر دشوار ہے تو پھر ہمارا کیا بنے گا......؟ بہرکیف ہم ایسے امتحانات کے قابل تو نہیں ہیں، اللہ ہمیں معاف فرمائے، ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرماکر عافیت وآسانی والی ایمانی زندگی عطا فرمائے۔ لیکن خدانخواستہ جب مصیبت آجائے تو چوکنے ہونے کی ضرورت ہے کہ امتحان آگیا ہے اور میں نے اس پر ثابت قدمی اختیار کرنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس وقت اللہ پر شکوہ وشکایت اور بے صبری کی راہ اختیار کرنے کی بنا پر ایمان سے پھر جائیں۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

اس ضمن میں مزید رہنمائی کیلئے، درج ذیل فرامینِ رسول ﷺ پر غور فرمائیں:

☆ ((من یرد اللہ بہ خیراً یصب منہ)) (بخاری، المرضیٰ، رقم:5645)

''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اس کو مصیبت سے دوچار کر دیتا ہے۔''

☆ ''جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے (اسکے گناہوں کی) سزا جلد ہی دنیا میں دے دیتا ہے۔ اور جب اپنے بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ (بندے کی اپنی بدنیتی کی وجہ سے) کرتا ہے تو اس سے اسکے گناہوں کی سزا (دنیا میں) روک لیتا ہے، یہاں تک کہ بروز قیامت اس کو پوری سزا دے گا۔''

(ترمذی، الزہد، رقم:2396، سندہ حسن)

☆ ((اذا احب قوم ابتلاھم)) (ترمذی، الزھد، حسن)

''جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائشوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔''

☆ ''مومن مرد اور عورت کو جان، مال اور اولاد میں مسلسل آزمایا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرتا ہے کہ (مصائب پر صبر کی بدولت) اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔'' (ترمذی، کتاب الزھد، رقم:2398)

اسی قانون کی مزید وضاحت کیلئے درج ذیل آیات ملاحظہ کریں:

(آل عمران:186:3)، (البقرہ:155:2-157، 214)، (توبہ:111:9)

یاد رکھیں! ایمان بنتا ہی کاوش و قربانی اور امتحان پر ثابت قدم رہنے سے ہے۔ دنیا کا بھی اصول ہے کہ کسی بھی صلاحیت، مقام، عہدے، سٹیٹس کے حصول کیلئے امتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔ دنیا کے حوالے سے تو ہم نہیں گھبراتے، لیکن دین کے حوالے سے انسان بددل ہو جاتا ہے۔

امتحان کے نتیجے میں دنیا کا کچھ نہ کچھ نقصان تو ہونا ہی ہونا ہے، لیکن اسکے نتیجے میں وہ کچھ ملنا ہے جسکا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا یعنی خالق کا ساتھ۔!

حقیقت سے آگاہی کیلئے اس ضمن میں چند اہم حقائق ذہن نشین کر لیں:

مذکورہ تین شرائط کو پورا کرنے پر داخلہ چلا گیا ہے۔ اب ڈگری کی مناسبت سے امتحان لیا جانا ہے۔ چھوٹی ڈگری، چھوٹا امتحان اور بڑا فیصلہ، بڑا امتحان، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے رہنمائی فرمائی:

''آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سے لوگ سخت تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں؟ فرمایا: انبیاء،

پھر درجہ بدرجہ آدمی اپنے دین کے مطابق آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔اگر دین پر مضبوطی سے عمل پیرا ہے تو پھر آزمائش بھی سخت ہے،اگر دین میں نرمی ہے،تو آزمائش بھی اسی کے موافق ہے۔آزمائش بندے کا ساتھ نہیں چھوڑتی حتیٰ کہ بندہ زمین پر چلتا ہے کہ (مصائب پرصبر کی بدولت) اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔'' (ترمذی، کتاب الزھد، رقم:2398)

سفر کی ابتدا میں تو اللہ تعالیٰ پٹڑی پر گامزن کرنے کیلئے کشش پیدا کریں گے۔رافت ورحمت نصیب ہوگی ،لیکن اس راستے کو پختگی سے اختیار کر لینے کے بعد امتحان کا مرحلہ شروع ہوجائے گا۔یہ بندے کے ظرف کے لحاظ سے ہوگا۔ <u>کم سے کم امتحان:</u> اوامرونواہی،حلال وحرام ،فرائض وواجبات،اللہ کی حدود کی کما حقہ پاسداری پر قائم رہ کر اپنی خواہشات کو لگام ڈال کر زندگی بسر کرنا ہے۔جب تک جزوی من پسند دین کی بجائے دین کے سارے ضروری احکامات کی بجا آوری نہ کی جائے گی اور پوری طرح سے اپنے آپ کو اللہ کے احکامات کے سامنے <u>خوشدلی سے پیش نہ کردیا جائے گا</u> بات نہ بن پائے گی۔

بہرکیف اللہ مختلف طریقوں (جان، مال، جائیداد،اشیاء میں کمی) سے آزمائے گا،ٹسٹ کرے گا کھوٹا ہے یا کھرا؟ اللہ کو پانے کیلئے صبر کرنا پڑے گا،خواہشات کو قابو کرنا پڑے گا،حدود کی پاسداری،ابتلا (آزمائش) کے جھکڑوں کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔یہ پہلہ مرحلہ مشیت الٰہی کے تحت: سال،دوسال،تین،چار... سال تک چل سکتا ہے۔

یہ اس راہ کا بہت مشکل مرحلہ ہے۔گھبرانا نہیں بس یہ انسان کی ہمت کا امتحان ہوتا ہے،جو اللہ کی مدد سے پاس بھی ہوجاتا ہے۔ <u>تعلق باللہ،اخروی جزا اور دنیا کی حقیقت یعنی اسکا عارضی پن اور اسکے دارلامتحان ہونے کا پختہ یقین ان مصائب کو برداشت کا باعث بنتا ہے۔</u> بہرکیف اگر اخلاص موجود رہا تو امتحان کے مختلف مراحل سے اللہ خود پاس کروائے گا۔امتحان سے پاس ہونے پر اللہ انسان کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے۔ایمان کی مظبوطی عطا کرتا ہے اور **تقویٰ** پر گامزن کردیتا ہے۔

اس ضمن میں نبی کریم ﷺ نے یوں رہنمائی فرمائی:

’جس میں تین خصلتیں ہوں گی وہ ایمان کی لذت اور حلاوت پا لے گا: (۱)۔اللہ اور اسکا رسول ﷺ اسے ان کے ماسوا ہر چیز (پوری کائنات) سے زیادہ محبوب ہو، (۲)۔جس سے بھی محبت رکھے محض اللہ کیلئے، (۳)۔دوبارہ کفر کی طرف لوٹنے کو جب کہ اللہ نے اسے بچا لیا ہو، اس طرح بُرا سمجھے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو۔‘‘ (بخاری:16، مسلم:43)

اللہ اور رسول ﷺ کا سب سے زیادہ محبوب ہونے کا مطلب ہے کہ اللہ و رسول ﷺ کی منشاء یعنی دینی تقاضے دنیا کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہوں۔

نتیجہ: پہلا جھٹکا برداشت کر جانے پر اب انسان اللہ کی خاص تائید و نصرت میں آجائے گا۔معاصی سے نفرت اور صالحات پر بہت رغبت پیدا ہو جائے گی۔ تنہائی اور اللہ کی یاد انسان کو مرغوب ہو جائے گی۔انسان فراغت کے لمحات کو غنیمت سمجھنا شروع کر دے گا۔پہلے نیکیوں کی طرف آنا مشکل تھا اب نیکیوں سے ہٹنا مشکل ہو جائے گا۔اب اللہ تعالیٰ اسے تعصب و تنگ نظری اور جہالت سے بچا کر نورِ **قرآن** کی طرف لے کر آئے گا۔عقل و بصیرت اور قرآن کا نور اس پر حقیقی ہدایت کی راہیں کھولنے کا باعث بنے گا۔خواہشات پر قابو اور حقیقی تزکیہ ہونا شروع ہو جائے گا، چنانچہ اب:

☆ غلاظتِ شرک کی جگہ نورِ توحید۔

☆ فرقہ پرستی اور اندھا دھند شخصیت پرستی کی نحوست کی جگہ رسالت کی شفاف رہنمائی۔رسالت کے حقیقی تقاضے پیش نظر رکھنے کی توفیق ملنا، یعنی آپ ﷺ پر: ایمان، دل و جان سے محبت، تعظیم و توقیر، ادب و احترام، اطاعت و اتباع، غلو سے اجتناب، بدعات کی جگہ سنت کا التزام اور محبت کے ساتھ درود و سلام وغیرہ۔مذہبی شخصیات کی قدر دانی اور انکا ادب و احترام تو ضروری ہے، لیکن انہیں مقامِ رسالت پر فائز کرنے سے ہر ممکن بچنا ہے۔

☆ اور دنیا پرستی کی جگہ آخرت کی ترجیح نصیب ہوگی جو خواہشاتِ نفس کو قابو کرنے اور رذائل سے نجات کا موجب بنے گی۔

جب تک انسان مذکورہ غلاظتوں سے دامن پاک کر کے حقیقی معنوں میں توحید، رسالت، سنت

اور دنیا کی جگہ آخرت کی ترجیح پر نہیں آجاتا، اللہ کو نہیں پاسکتا۔اس ضمن میں: توحید، رسالت اور دنیا پرستی پر حقیقی رہنمائی کیلئے دیکھئے ہماری تحاریر: [''توحید (لاالٰہ الا اللہ)''، ''توحید کا جامع تصور''، ''رسالت (محمد الرسول اللہ)''، ''رسالت کا حقیقی تصور'' اور ''راہ فلاح کی پہلی گھاٹی'']

مزید یہ کہ نفس کیا ہے اور اسکی شہوات کی حقیقت سے آگاہی اور اس سے نجات کیلئے دیکھئے ہماری تحریر: (انسانیت کی عظیم ترین آفت: شہواتِ نفس کے پھندے سے آزادی)

اخلاص کی موجودگی میں کاوش وقربانی جتنی بڑھتی جائے گی، اللہ کے ساتھ تعلق اور قرب میں اسی قدر اضافہ ہونے سے ایمان کی حلاوت بھی بڑھتی جائے گی۔ چھوٹے موٹے امتحان تو آتے جاتے رہیں گے۔ لیکن اب ایمان بہت قوی ہو چکا ہے۔ اسلئے اب امتحان بہت آسانی سے گزرتے جائیں گے۔ بہرکیف خلاصہ یہ ہے کہ: ابتلا کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے حوالے سے درج ذیل مقاصد حاصل کرتا ہے:

(۱)۔ کھرے اور کھوٹے کی پہچان کرنا، (۲)۔ ایمان کی مظبوطی کا باعث بنانا، (۳)۔ خواہشات اور دنیا پرستی کے انتہائی طاقتور جادو سے نجات دلا کر اصل ٹریک پر لانا، (۴)۔ گناہوں کا کفارہ بنانا، (۵)۔ درجات کی بلندی کا ذریعہ بنانا، وغیرہ۔

قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل سے بات تو بالکل واضح ہوگئی ہے، تاہم عصرِ حاضر کے درج ذیل دو سکالرز کی عبارات نہایت قابل غور ہیں جس میں انہوں نے قرآن کے اس قانونِ ابتلا کی نہایت عمدہ توضیح کی ہے۔ چنانچہ مولانا امین احسن اصلاحی صاحبؒ لکھتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسطرح کے امتحانوں میں اسلئے نہیں ڈالتا کہ لوگ اپنے ایمان ضائع کر بیٹھیں بلکہ یہ امتحان اللہ تعالیٰ کی رافت ورحمت کے مظہر ہیں۔ انہیں امتحانوں سے بندوں کی صلاحیتیں نشونما پاتی ہیں۔ انہیں کے ذریعے سے انکی وہ قوتیں اور صلاحیتیں بروئے کار آتی ہیں جن کے خزانے قدرت نے ان کے اندر ودیعت کئے ہیں۔ انہیں کے ذریعے سے انکے کھرے اور کھوٹے، سچے اور جھوٹے میں امتیاز ہوتا ہے۔ یہ امتحان نہ ہوتو اچھے اور بُرے، خام اور پختہ، گہر اور پشنیز میں کوئی فرق ہی نہ رہ

جائے.........مزید غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس کارخانہ کائنات کا سارا حسن و جمال اور اسکی ساری حکمت و برکت اللہ تعالیٰ کی اسی سنت ابتلا کے اندر مضمر ہے۔اگر یہ نہ ہوتو یہ سارا کارخانہ بالکل بے حکمت اور بے مصلحت بلکہ کھلنڈرے کا ایک کھیل بن کر رہ جائے۔" (تدبر قرآن،تفسیر سورہ البقرہ:2:153-157)

ریحان احمد یوسفی المعروف (ابو یحیٰ) صاحب نے مذکورہ حقیقت کی نقشہ کشی یوں فرمائی:

"یہ ابتلا کا قانون ہے۔جو شخص خدا کے راستے پر چلتا ہے، ہر تھوڑے عرصے بعد اسے کسی نہ کسی امتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔یہ امتحان نہ ہوتو انسان مردہ ہوجاتے ہیں۔خدا اپنے نیک بندوں کو مردہ نہیں دیکھنا چاہتا۔اسلئے وہ ہر تھوڑے عرصے بعد ان کی روح پر ضرب لگاتا ہے۔یہ ضرب وہ سازِ دل چھیڑ دیتی ہے جس کا وجد آفریں ترنم بندہ مومن کو خدا سے قریب کر دیتا ہے۔مگر یہ بعد کی بات ہوتی ہے۔جب یہ ضرب لگتی ہے تو ہتھوڑے کی طرح انسان کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔" (خدا بول رہا ہے،ص۔122،ابو یحیٰ،انذار پبلشرز)

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے ہماری تحاریر:

(پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل) اور (مجموعہ تحاریر، باب:20,19)

<u>آزمائش یا پکڑ؟</u> انسان پر آنے والے مصائب بطورِ امتحان و آزمائش ہیں یا بطورِ غضب؟ اس ضمن میں درج ذیل نکات بطور رہنمائی ذہن نشین رہنے چاہئیں:

(۱)۔ ہر وہ مشکل جو بالآخر اللہ کی طرف پلٹنے کا سبب بن جائے وہ امتحان ہوگی، اسکے برعکس جو اللہ سے دوری کا سبب بنے وہ عذاب یا غضب ہوگی۔بطورِ امتحان آنے والی مشکلات مایوسی کی بجائے حوصلہ اور امید پیدا کرتی ہیں۔جبکہ بطور پکڑ اور عذاب آنے والی مصیبت ناامیدی، مایوسی اور بالآخر اللہ سے دوری کا باعث بنتی ہے۔

(۲)۔ بطورِ امتحان آنے والی مصیبت عموماً طوالت پکڑنے کی بجائے جلد ختم ہوسکتی ہے اور تباہ و برباد اور ہلاکت لانے کی بجائے زندگی بخشتی ہے (لیکن یہ ضروری نہیں)۔(واللہ اعلم)

(۳)۔اہل ایمان کیلئے امتحان نیک و کاروں کے درجات کی بلندی کیلئے بھی ہوسکتا ہے اور انسان کے گناہوں کو مٹانے کیلئے بطور سزا بھی۔گھبرانا نہیں چاہیے،ان دونوں صورتوں میں آنے والے مصائب بالآخر خیر و رحمت کا باعث ہی ہوتے ہیں۔ایمان تو ابتلا کی بھٹی سے گزرنے بعد ہی کندن بنتا ہے۔اہل ایمان کیلئے امتحان پر صبر بہت عظیم اجر کا باعث بنتا ہے،جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''طاعون ایک عذاب تھا (کفار کیلئے)۔... پھر اللہ نے اسے مومنین کیلئے رحمت بنا دیا،اب کوئی بھی اللہ کا بندہ جو طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو جائے اور وہ (طاعون زدہ) شہر ہی میں صبر کرتا ہوا آخرت کے اجر کی نیت سے ٹھہرا رہے،اسے یقین ہو کہ اسے وہی کچھ پہنچے گا جو اللہ نے اس کیلئے لکھ دیا ہے،تو ایسے شخص کیلئے شہید کی مانند اجر ہے۔'' (بخاری،رقم:5734)

نوٹ: فی زمانہ فرقہ پرستی کی آڑ میں لوگ ایک دوسرے پر آنے والے اس قسم کے مصائب کو ان پر اللہ کا غضب قرار دیتے ہیں،حالانکہ جید صحابہ کرام سیدنا ابوعبیدہ بن جراحؓ اور سیدنا معاذ بن جبلؓ سمیت ہزاروں صحابہؓ کی وفات طاعون کے مرض سے ہوئی۔!اللہ ہمیں ہر قسم کی مشکلات سے محفوظ فرمائے،لیکن خدانخواستہ آجائیں تو علاج کی بھرپور کوشش کے ساتھ ساتھ مشکلات پر ہر ممکن صبر کرنا ہے اور مایوس نہیں ہونا۔

زندگی تو بیت ہی جانی ہے،لیکن مذکورہ خوش نصیبی مل گئی تو کیا کہنے!اللہ ہمیں اپنا ساتھ اور حقیقی ایمان کی عظیم دولت اور اسکی حلاوت ولذت سے بہرہ مند فرمائے۔(آمین)

(5)۔دعا کا دامن تھامے رکھنا

اوپر بیان کردہ چار شرائط تعلق باللہ کے حوالے سے ان شاءاللہ نتیجہ خیز ثابت ہوں گی،لیکن چونکہ ہر خیر کا دروازہ بالآخر خالق کی طرف سے ہی کھلنا ہے،اسلئے اپنی کاوش کے ساتھ ساتھ اللہ سے دعا و مناجات بھی کرتے رہنا ہے تاکہ منزل تک رسائی میں مزید آسانی ہوتی رہے۔نبی کریم ﷺ سب سے اعلیٰ مقام و مرتبہ کے باوجود بھی شب روز کثرت سے ہر قسم کے فتنوں سے بچنے کی دعائیں کرتے رہتے تھے۔لہٰذا دعا کا دامن کبھی نہ چھوڑیں،کوشش کے ساتھ ساتھ نفس و شیطان کے فتنوں سے بچنے کیلئے عاجزی وانکساری سے،رب کے حضور دعائیں ضرور کرتے رہیں۔

ان پانچ لوازم کو کماحقہ ملحوظ رکھنے سے ان شاءاللہ مراد ضرور ملے گی۔

تعلق باللہ کے چند بنیادی ثمرات

جیسا کہ پہلے بھی واضح کر دیا گیا کہ اگر مناسب درجہ حرارت کی موجودگی میں دودھ کو جاگ اگر لگ جائے تو دہی میں تبدیل ہونے کا عمل شروع ہوجاتا ہے اور وہ لازمی طور پر دہی میں تبدیل ہوجاتا ہے۔اسی طرح حقیقی ایمان کی بناپر اللہ سے اگر صحیح تعلق بن جائے تو اسکے نتائج وثمرات لازمی طور پر نمودار ہوتے ہیں۔

بڑی غلط فہمی: اس ضمن میں ایک بڑی غلط فہمی جو اس راہ سے ہٹنے کا عمومی باعث بنتی ہے، وہ یہ ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ قرب ملنے پر میں کوئی مافوق طاقت بن جاوٗں گا اور کوئی تکلیف مجھے نہیں چھوئے گی۔لیکن جب ایسا نہیں ہوتا اور مصائب بھی انسان کو آتے جاتے رہتے ہیں تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ حقیقت کچھ بھی نہیں۔اس ضمن میں اہم بات یہ ہے کہ: دنیوی بھنوروں سے اللہ اہل ایمان کو اپنی مشیت کے تحت بچاتا بھی رہتا ہے، لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مصائب پر صبر و استقامت کی دولت عطا فرما کر ان میں سے آسانی سے گزار کر ایمان پر قائم رکھتا ہے۔ باقی جہاں تک مصائب کا معاملہ ہے، تو وہ تو اللہ کے سب سے مقربین یعنی انبیاء علیہم السلام اور انکے ساتھیوں پر بھی بہت آئے ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے رہنمائی فرمائی:

”آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کون سے لوگ سخت تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں؟ فرمایا: انبیاء، پھر درجہ بدرجہ آدمی اپنے دین کے مطابق آزمائش میں ڈالا جاتا ہے....“

(ترمذی، کتاب الزھد، رقم:2398)

لہٰذا اس حوالے سے سب سے بڑی بات یہی ہے کہ خالقِ کائنات کے ساتھ تعلق، اسکی ہم رکابی اور رفاقت نصیب ہوگی جو دین پر ثابت قدمی سمیت ان گنت ثمرات کا باعث بنے گی، جیسا کہ پروردگار نے حقیقت کو واضح کیا:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ ﴾ (سورہ ابراہیم:14: آیت:27)

”ثابت قدم رکھتا ہے اللہ اہل ایمان کو قولِ حق (کی برکت) سے دنیاوی زندگی میں بھی

اور آخرت میں بھی۔اور گمراہ کر دیتا ہے اللہ ظالموں کو اور اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔''

سچے اہل ایمان کے قلوب میں اللہ تعالیٰ ایمان کا نور داخل کرتا ہے جو صالحات پر رغبت جبکہ معاصی پر نفرت پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے، پروردگار نے فرمایا:

﴿وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ o فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ o﴾ (سورۃ الحجرات:49: آیت:7-8)

''لیکن اللہ نے تمہارے سامنے ایمان کو محبوب بنایا اور اس کو تمہارے دلوں میں کھبا دیا اور کفر و فسق اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں مبغوض ٹھرایا۔یہی لوگ ہیں جو اللہ کے فضل و انعام سے راہ راست پانے والے بنے۔اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔''

اللہ اپنے بندوں کو فاعل بن کر خود نکالتا ہے تاریکیوں سے اور لے جاتا ہے اُجالوں کی طرف:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ﴾ (البقرہ:2:257)

''اہل ایمان کا دوست و مددگار اللہ خود ہے، وہ نکال کر لے جاتا ہے انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں، جو انہیں نکال لے جاتے ہیں روشنیوں سے اندھیروں کی طرف۔''

اس ضمن میں پروردگار نے اپنی اس عظیم عنایت کی انتہائی بلند سطح کو درج ذیل انتہائی خوبصورت مثال سے واضح کیا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿اَللّٰـهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰـهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ

o﴾(سورہ نور:35:24)

''اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔(دل کے اندر) اسکے نورِ ایمان کی مثال یوں ہے کہ ایک طاق ہو جس میں ایک چراغ ہو، اور چراغ ایک شیشیہ کی قندیل (فانوس) میں ہو اور قندیل (فانوس) ایک چمکتے ہوئے موتی کی مانند ہو۔ جو روشن کیا جاتا ہو زیتون کے مبارک درخت کے روغن سے جو نہ شرقی ہو نہ غربی۔اس کا روغن اتنا شفاف ہو کہ گویا کہ آگ کے چھوئے بغیر ہی بھڑک اٹھے گا۔روشنی کے اوپر روشنی۔رہنمائی فرماتا ہے اللہ اپنے نور کی جسے چاہے۔اور بیان فرماتا ہے اللہ یہ تمثیلیں لوگوں کی رہنمائی کیلئے ،اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

یہ قابلِ رشک کامل ترین چوٹی کے ایمان کی مثال کا بیان ہے، جن کے اولین مصداق انبیاء علیہم السلام اور انکے اصحاب، پھر درجہ بدرجہ دیگر خوش نصیب ہیں۔اس آیت کریمہ کے تحت اللہ کی طرف سے عطا کردہ نورِ ایمان سے قلب جگمگا اٹھتا ہے۔ایسے لوگ اللہ کی تائید کے حصار میں آجاتے ہیں۔ہوا کے جھونکے یعنی حالات کا اتار چڑھاؤ (مصائب وآلام، اچھے بُرے حالات) انہیں راہِ حق سے متزلزل نہیں کر سکتے۔یہ ڈانواڈول نہیں ہوتے بلکہ ہر قسم کے حالات میں راضی و مطمئن رہتے ہیں۔ان کا ایمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتا ہے۔ایمان کا یہ درخت نہ شرقی ہے نہ غربی بلکہ وسطِ باغ ہے جو خوب نمو اور ثمر باری کا ذریعہ ہے۔فانوس اتنا شفاف ہے کہ چمکتے ہوئے موتی کی مانند ہے۔یعنی حقیقی ایمان کی بدولت انسان کا باطن اسکی فطرت ہر طرح کی کثافتوں سے پاک وشفاف اور آئینہ کی طرح مجلی ہے۔مزید یہ کہ یہ روشنی شفاف فانوس سے نکل کر ہر طرف دوسروں کو سیراب کرنے کا موجب بھی ہے۔پھر نورِ ایمان اتنا قوی ہے کہ انسان خود بخود اللہ کی طرف مائل ہے، اپنے خالق کی یاد اسکی پوجا پرستش کیلئے بیقرار ہے۔دعوتِ ایمان کی ذرا سی رگڑ سے بھڑک اٹھتا ہے اور نور علی نور ہے۔اسکے برعکس وہ بدنصیب ہیں جن کا سیاہ باطن، قساوتِ قلبی اور مردہ دلی انہیں اللہ کی طرف راغب نہیں ہونے دیتی اور وہ عالمِ ظلمات میں بھٹکتے رہتے ہیں۔مذکورہ اہل ایمان کیلئے اللہ کی

نافرمانی بیزاری کا باعث جبکہ نافرمانوں کیلئے کشش کا موجب ہے۔حقیقی اہل ایمان خوش نصیبوں کیلئے دنیا تاریک اور اندھیر نگری نہیں رہتی بلکہ ایمان کے نور سے اصل حقیقت جگمگا اٹھتی ہے۔اسی حقیقت کی مزید وضاحت اس آیت کریمہ سے اگلی آیات میں بیان کی گئی ہے۔یہ عظیم تمثیلیں اہل ایمان کو جلا بخشتی ہیں اور انکی رہنمائی کا عظیم ذریعہ ہیں۔

یہ عظیم ترین سعادت کیسے نصیب ہو؟ اسکے لئے درج ذیل اہداف ہیں:

(۱)۔اخلاص ، (۲)۔پختہ فیصلہ، (۳)۔قرآن فہمی کے ساتھ وابستگی ، (۴)۔جان، مال وقت کی قربانی، (۵)۔اللہ کی نافرمانی سے اجتناب اور اللہ کی حدود کی کما حقہ پاسداری، (۶)۔استقامت کیلئے دعا اور اچھی صحبت کا التزام کرنا۔

اور سب سے عظیم سعادت یہ کہ اہل تقویٰ کو اللہ کا ساتھ نصیب ہو جاتا ہے اور اللہ اُن سے محبت کرتا ہے، سبحان اللہ ہماری کیا اوقات؟ انسان کو اور کیا چاہئے؟ پروردگار نے یہ عظیم خوشخبری یوں دی:

﴿ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ o﴾ (البقرہ:2:194)

''اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے۔''

﴿بَلٰی مَنۡ اَوۡفٰی بِعَهۡدِهٖ وَ اتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ o﴾ (آل عمران:3:76)

''ہاں جس نے پورا کیا اپنا عہد اور تقویٰ اختیار کیا تو بلاشبہ اللہ محبوب رکھتا ہے متقین کو۔'' (سبحان اللہ)

چنانچہ اللہ سے تعلق بالخصوص درجہ احسان کے فیصلے کے نتیجے میں نصیب ہونے والے چند بنیادی ثمرات ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔<u>ایمانی قوت:</u> جہالت کی بنا پر اہل ایمان کی کوتاہی سرزَد ہونے سے مستثنیٰ تو نہیں، لیکن اللہ سے پختہ توحید پر مبنی تعلق کی بنا پر ایسی زبردست ایمانی قوت نصیب ہوگی جو برائی کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائے گی۔ سچے اہل ایمان کے قلوب میں اللہ تعالیٰ ایمان کا نور داخل کرتا ہے جو صالحات پر رغبت جبکہ معاصی پر نفرت پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔مزید یہ کہ دولت کی کمی کے باوجود

بھی اعلیٰ ظرفی ،قلب کی تونگری،خوداری اور غنا کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

(۲)۔سبقت وترجیح/درجہ احسان: سبقت والا ایمان نصیب ہوگا جو مقصد حیات کو پانے کی شدید تڑپ پیدا کرنے اور درجہ احسان تک پہنچانے کا باعث بنے گا۔اللہ ترجیح اول بن جائے گا اوراعمالِ صالحہ کا شوق وجذبہ پیدا ہوگا۔

(۳)۔توحید کا نور: خرافات وبدعات سے بیزاری،شرک سے شدید نفرت اور توحید سے شدید محبت پیدا ہوگی جو صحیح معنوں میں رسالت/اُسوہ رسول ﷺ (یعنی قرآن وسنت) کی شفاف رہنمائی کی روشنی میں اللہ سے حقیقی تعلق قائم کرنے کا سبب بنے گی۔

(۴)۔ایثاروقربانی: ایثاروقربانی کا جذبہ پیدا ہوگا، جو دنیوی مفادات بالائے طاق رکھتے ہوئے دینی تقاضوں (حدود کی پاسداری،اوامرونواہی کی بجا آوری، انفاق اور خدمتِ خلق سمیت دعوت دین) کو پورا کرنے کیلئے کھڑے ہونے کی ہمت کا باعث بنے گا،اور دین کیلئے کوئی بڑا کام کرنے اور بڑے مقصد حیات (Greator meaning of life) پر آنے کا سبب بنے گا۔

(۵)۔توکل وتفویض اور مصائب پر صبر: غلاظتِ شرک سے نجات اور پختہ توحید پر آنے کی بدولت، اللہ پر بھروسہ اور تفویض (معاملات اللہ کی سپرد کرنے) کی عظیم سعادت نصیب ہوگی ،جو صبرو قناعت،سکون واطمینان کا باعث بنے گی۔جس کی بنا پر نیکی کی راہ میں حائل شیطانی خدشات،ڈر خوف دم توڑ جائیں گے اور دنیوی مفادات دینی تقاضوں کو پورا کرنے کی راہ میں رکاوٹ کا باعث نہ بن سکیں گے۔مزید یہ کہ مصائب وآلام پر صبر واستقلال اور ثابت قدمی نصیب ہوگی۔جو اللہ پر توکل کرتا ہے،اللہ اسکا کارساز بن جاتا ہے اور اسکے لئے کافی ہوجاتا ہے (دیکھئے سورۃ الطلاق :2-4)۔توکل وتفویض کا مطلب اسباب سے روگردانی کرنا نہیں، بلکہ عقل،فہم وبصیرت،کوشش اور جائز اسباب کو اختیار کرنے کے بعد نتائج اللہ کی سپرد کر دینا توکل وتفویض ہے۔

(۶)۔دنیا کی حقیقت: دنیا کا عارضی پن،حقیر پن واضح ہوجائے گا۔دنیا کی اہمیت کم اور آخرت کی قدر بہت بڑھ جائے گی۔اپنے جسم کے حق سمیت دیگر لوگوں کے حقوق کی ذمہ داریاں تو پوری

کرنا ضروری ہے، لیکن لغویات اور بے جا دنیاوی مشاغل کی طرف رغبت کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ اسکے برعکس تنہائی اور یادِ الٰہی کی طرف کشش پیدا ہو جائے گی اور بے جا خواہشات کا جادو ٹوٹ جائے گا۔

(۷)۔رقتِ قلبی: زنگ اترنے سے کساوتِ قلبی سے نجات مل جائے گی۔ دل کی نرمی یعنی رقتِ قلبی نصیب ہوگی اور اللہ کے خاص بندوں کو اللہ کی خشیت ومحبت میں آنکھوں کے تر ہونے کی عظیم سعادت بھی میسر آنا شروع ہو جائے گی۔ عبادت میں شوق ورغبت، اور لذت ملنا شروع ہو جائے گی، دیکھئے: (سورہ مریم:19: آیت:58)

(۸)۔ایمان کی حلاوت اور معجزانہ تائید ونصرت: مشکل حالات میں ایمان پر قائم رہنے والوں، ایمان پر ڈٹ جانے والوں پر اللہ کی خاص رحمت اور ملائکہ کے ذریعے گاہے بگاہے ایسی عظیم روحانی تسکین نصیب ہونا شروع ہو جائے گی جو الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی، دیکھئے: (سورہ حم السجدہ:41:30-32)۔ جہاں تک معاملہ مافوق امور یعنی معجزانہ طور پر تائید ونصرت کا ہے، تو اصل چیز کرامت نہیں بلکہ استقامت ہے۔ لیکن لوگ کرشمات کو ہی اللہ سے تعلق کا اصل پیمانہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ حضور ﷺ کو بطورِ دلیلِ نبوت تا قیامت جو معجزہ عطا کیا گیا وہ قرآن مجید تھا۔ تاہم اللہ کے خاص بندے انبیاء علیہم السلام کو بالخصوص اور غیر نبی کو بالعموم یعنی ناگزیر حالات میں پروردگار اپنی حکمت ومشیت اور ضرورت کے تحت معجزانہ تائید ونصرت سے بھی نوازاتا ہے۔ لیکن غیر نبی کیلئے ایسی چیزوں کا ظہور کوئی ضروری نہیں، بلکہ دین وایمان پر استقامت ہی اصل پیمانہ اور معیار ہے، جس پر نظر ہماری رہنی چاہیئے جو کہ الا ماشاء اللہ نہیں رہی۔

(۹)۔دنیا کا فائدہ: جہاں تک دنیوی بھلائیوں: تنگ دستی وذلت سے نجات، عافیت وآسانی، مصائب سے نجات، دشمنوں سے بچاؤ..... وغیرہ کا تعلق ہے، تو اللہ اپنے خاص بندوں کو عموماً اپنی مشیت کے تحت (جب تک چاہے یعنی بہتر سمجھے) مذکورہ مصائب سے بھی بچاتا ہے، زندگی میں آنے والے بھنوروں سے بھی نکالتا ہے، زندگی کو آسان کرتا ہے (دیکھئے سورۃ الطلاق :2-4)۔ تاہم

مصائب ہوں بھی تو وہ مزید اصلاح، گناہوں کی معافی اور بلندی درجات کا موجب بنتے جاتے ہیں۔مزید یہ کہ پروردگار اپنے بندوں کو صبر واستقامت کی دولت کے ذریعے ذہنی کرب اور ذلت سے محفوظ رکھنے کا بندوبست کرتا ہے۔کوئی گھاٹا نہیں، دنیا و آخرت دونوں میں اللہ اپنے خاص بندوں کی نصرت وحمایت کرتا ہے اور اپنی رحمتوں سے نوازاتا ہے۔

استقامت کیسے نصیب ہو؟

اب ہم اس راہ کو پانے والے خوش نصیبوں کیلئے اس راہ پر قائم رہنے کا نسخہ بیان کریں گے۔ چنانچہ اس راہ پر قائم رہنا، اس وقت تک ممکن نہیں جب تک بُری صحبت سے سخت اجتناب اور اچھی صحبت کو اختیار نہ کیا جائے۔اس ضمن میں درج ذیل اہم نکات ذہن نشین رکھیں:

(۱)۔اچھے لوگ جو: اہل آخرت، اہل توحید اور اہل رسالت ہوں،فرقہ واریت کی لعنت سے دور ہوں۔قرآن جن کی ہدایت کا مرکز ومحور ہو، اللہ کی خاطر ان سے رابطے میں رہیں۔اِن صفات کے برعکس دینی لوگوں کی صحبت فائدے کی بجائے الٹا نقصان کا باعث بنے گی۔

(۲)۔اچھی کتابیں (بالخصوص فہم قرآن) سے وابستہ رہیں،قرآن ہی خدا کو پانے کی اصل راہ ہے۔

(۳)۔اچھی جگہیں: مساجد،قبرستان،تنہائی کی جگہوں....وغیرہ میں وقت گزارتے رہیں۔

یاد رکھیں! صحبت ایک جادو ہے جس نے چلنا ہی چلنا ہے۔انسان نے اُسی طرح ہوجانا ہے جس طرح کا اسکا ماحول،صحبت اور سنگت ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، چنانچہ تم میں سے ہر ایک یہ دیکھے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے۔'' (ابوداوٗد، الادب، 4833)

یعنی جیسا آدمی ہوگا ویسے ہی اسکے دوست ہوں گے۔اگر اچھا آدمی بھی بُرے دوستوں کی سنگت میں رہے گا، تو امکان ہے کہ بالآخر وہ بھی بُرا ہوجائے گا۔پس! جس کی سنگت اچھی نہ ہوئی وہ ہلاک ہوگیا۔نفس وشیطان کے طاقتور جادو کا لقمہ بن گیا۔لہٰذا اگر آپ نفس وشیطان کے حجابات سے بچنا چاہتے ہیں تو فوراً بُری سنگت، بُری دوستیاں، بُرے ماحول سے کنارہ کشی کرتے ہوئے مذکورہ اچھے

ماحول کو اختیار کرلیں ورنہ بچنا ممکن نہیں۔اس حوالے سے دلائل سے آگاہی کیلئے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں: (النساء:4:97-99)،(الفرقان:25:28-29)،(الکھف:18:28)،(بخاری:5534)

اللہ عزوجل کا کروڑہا شکر ہے جس نے میری زندگی یہ سب سے قیمتی تحریر کی تکمیل تک مجھے زندہ رکھا اور وہ حقیقی رہنمائی کھولی جس سے اُسے پانے کا یقینی راستہ معلوم ہوسکا۔اللہ ہمیں اس عظیم سعادت کو پاکر،اس عظیم روشنی کو دوسروں تک پہنچا کر اپنا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں دنیا وآخرت میں اپنا دائمی ساتھ نصیب فرمائے۔(آمین)

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾

((وما توفیقی الاّ باللّٰه))

۞۞۞۞۞

جلدی کریں!

ہماری زندگی اورموت کے مابین ایک غیریقینی دیوار حائل ہے۔ ہرآن اندیشہ ہے کہ یہ دیوارٹوٹ جائے اورآخرت کے حقائق ایک بے پناہ سیلاب کی طرح ہمارے اوپر پھٹ پڑیں۔اُس وقت کوئی زور،کوئی ہوشیاری کام نہ آئے گی۔انسان بالکل بے سہارہ ہوکراپنے خالق کے سامنے کھڑا ہوگا ۔قرآنی احکامات سے دور،خودساختہ سوچ،فرقہ واریت اورمسلک پرستی کی بناپرغلط عقائدوافعال پر گامزن،خواہشات کے رسیا،دنیا کی دلفریبیوں میں گم ،آخرت سے غافل لوگ دائمی جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔صرف بچے گاوہ جس نے تعلیمات وحی کومن وعن سمجھااورمن وعن تسلیم کرلیا۔اپنی سوچ،اپنے فرقے ،گروہ،اپنے لیڈرز،اکابرین،امام، پیراور بزرگ حضرات کوحقیقی معنوں میں اللہ اوراسکے پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات کے تابع کرلیا۔جس نے صبر کے ساتھ اپنی خواہشات کوقابو کرتے ہوئے،خالق کے سامنے پیش ہونے سے قبل دنیا کی زندگی میں اپناحساب کرلیا ہوگا۔

اسلئے مکار ابلیس کے فریب سے بچیں اور جلد ازجلد حقیقت تسلیم کر کے اپنی دنیا و آخرت کوبچالیں۔جلدی کریں مہلت کا کچھ بھروسہ نہیں:

”اور(اَے لوگو !) پیروی کرواُس بہترین شے (قرآنِ حکیم) کی جوتمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اُتاری گئی ہےاس سے پہلے کہ تم پراچانک عذاب آجائے اورتمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔(اَیسانہ ہوکہ) پھرتم کہنےلگوکہ ہائے افسوس! اُس غفلت پرجومیں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اُڑانے والوں میں ہی رہا۔یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تومیں بھی پرہیزگاروں میں شامل ہوجاتا۔یا(قیامت کے دن)عذاب کودیکھ کرکہنے لگےاَے کاش !کسی طرح مجھے(دنیامیں)دوبارہ بھیج دیاجائے تومیں بھی نیک لوگوں میں شامل ہوسکوں۔(اللہ فرمائے گا:)ہاں ہاں! بے شک تیرے پاس میری آیات (قرآن)پہنچ چکی تھیں جنھیں تونے جھٹلایااورغروروتکبرکیااورتواِنکاروالوں میں ہی رہا۔“

(سورۃ الزمر،آیت:59 - 55)

﴿حق کی تلاش میں: بطور نمونہ چند مشہور تصانیف سے استفادہ کی لسٹ﴾

کتاب کا نام	مصنف کا نام	کتاب کا نام	مصنف کا نام
1۔تفاسیر قرآنی	قریباً ہر مکتبہ فکر کی	2۔شرح کتب احادیث	مختلف مکاتبِ فکر کی
3۔جاء الحق	مفتی احمد یار خان نعیمیؒ صاحب	4۔شرح صحیح مسلم/تبیان القرآن	غلام رسول سعیدی صاحب
5۔جملہ تصانیف	ابویحیٰ (ریحان احمد یوسفی) صاحب	6۔جملہ تصانیف	ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ
7۔تلاش حق	نجم مصطفائی صاحب	8۔مزاراتِ اولیاء سے توسل	شاہ تراب الحق قادری صاحب
9۔غیر اللہ سے مدد مانگنا کیسا؟	مفتی اکمل قادری صاحب	10۔ توحید اور شرک	علامہ سعید احمد کاظمی صاحب
11۔حیات النبی، مسئلہ استغاثہ، الانتباہ للخوارج والحروراء	پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب	12 ۔بزرگوں کے عقیدے	مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب
13۔میٹھی میٹھی سنتیں اور دعوت اسلامی	ابو کلیم محمد صدیق صاحب	14۔توحیدِ خالص	الشیخ ابو محمد بدیع الدین راشدی صاحب
15۔الفتح الربانی، فتوح الغیب	پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ صاحب	16۔جملہ تصانیف	امام محمد غزالیؒ صاحب
17۔کشف المحجوب	سید بن علی عثمان ہجویریؒ صاحب	18۔رسالہ قشیریہ	امام ابوالقاسم قشیریؒ صاحب
19۔جملہ تصانیف	واصف علی واصفؒ، اشفاق احمدؒ	20۔جملہ تصانیف	پروفیسر خلیل الرحمٰن چشتی صاحب
21۔جملہ تصانیف	علامہ پیر سید نصیر الدین نصیرؒ صاحب	22۔شرک کیا ہے؟	محمد عطاء اللہ بندیالوی صاحب
23۔جملہ تصانیف متعلقہ شرک	علمائے عرب	24۔جملہ تصانیف	پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب
25۔حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلیؒ صاحب	26۔شرک کے چور دروازے	حافظ محمد محمود الحضری صاحب
27۔کلمہ گو مشرک	ابوالحسن مبشر ربانی صاحب	28۔فضائل اعمال	شیخ زکریا سہارنپوری صاحبؒ
29۔اختلاف اُمت اور صراط مستقیم	مولانا یوسف لدھیانوی صاحبؒ	30۔جملہ تصانیف	حافظ زبیر علی زئی صاحب
31۔مکتوبات	حضرت مجدد الف ثانی صاحبؒ	32۔جملہ تصانیف	مولانا مودودی صاحبؒ
33۔حقیقت شرک	مولانا امین احسن اصلاحی صاحب	34۔صراط مستقیم وعقیدہ مسلم	سید سیف الرحمٰن، روشن صاحب
35۔تلبیس ابلیس	علامہ ابن جوزی صاحب	36۔شرک کی حقیقت	نور الحسن شاہ بخاری صاحب
36۔شیعت کا مقدمہ	حسن الامینی صاحب	37۔پھر میں ہدایت پا گیا	ڈاکٹر تیجانی سماوی صاحب
38۔المراجعات 39۔آئینِ وہابیت	عبد الحسین شرف الدین موسوی صاحب استاد جعفر سبحانی	40۔پاکستان کے دینی مسالک 41۔امت اسلامیہ کی شیرازہ بندی	جناب ثاقب اکبر صاحبؒ
42۔سیرۃ النعمان	علامہ شبلی نعمانی صاحبؒ	43۔امام اعظم اور علم الحدیث	مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ
44۔خود سے خدا تک	محمد ناصر افتخار صاحب	45۔الحفظون	حافظ عبدالوہاب صاحب

ہماری دعوت!

وہ مسلمان جنھیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، موجودہ دور میں انکی حالت تشویشناک ہے۔ مسلمان جدا جدا گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں، علیحدہ علیحدہ مساجد اور مکاتب بن چکے ہیں، جو جس گھرانے میں پیدا ہوا یا جس ماحول میں پرورش ہوئی وہی اسکا دین و مذہب بن گیا۔ لوگ اپنے پسندیدہ مسلک اور فرقے کو صحیح جبکہ باقیوں کو غلط سمجھتے ہیں۔ باہمی نفرت میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا نظر آرہا ہے۔ ان حالات میں ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ فرقوں سے بالاتر ہو کر سچائی کی بنیاد پر غلط اور صحیح کو واضح کیا جائے اس عزم کے ساتھ کہ:

☆ اللہ کے دین کو مسالک اور فرقوں پر ترجیح دی جائے۔

☆ جس مکتب فکر کی جتنی بات درست ہے اسے تسلیم کیا جائے اور غلط سے بچا جائے۔ صحیح بات جہاں سے بھی ملے اسے بلا چون و چراں تسلیم کیا جائے چاہے وہ ہماری اپنی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

☆ باہمی غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں کے مابین اتحاد و یکجہتی پیدا کی جائے۔

☆ شخصیات کا احترام کیا جائے لیکن اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو کائنات کے تمام لوگوں پر ترجیح دی جائے۔

رب کریم نے ہماری رہنمائی کے لیے فرمایا:

﴿وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: 103)

ترجمہ: ''تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو''

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام، آیت:159)

ترجمہ: ''بیشک جنہوں نے دین میں فرقے بنائے اور گروہوں میں بٹ گئے آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد، پھر وہ انکو بتلائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

(Email: khidmat777@gmail.com)

ہماری اہم تحاریر

کتاب نمبر	ٹائٹل	کتاب نمبر	ٹائٹل
1	ہدایت: (ہدایت سے کیا مراد ہے اور ہدایت کسے نصیب ہوگی؟)	2	قرآن مجید کی حاکمیت: (احناف اور مالکیہ کے اُصولِ روایت کی روشنی میں عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ)
3	ہمارا اخلاقی زوال: (زوال کی بنیادی وجوہات اور نجات کا یقینی حل)	4	قرآن مجید سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟
5	راہِ فلاح کی پہلی بڑی گھاٹی: (دنیا پرستی اور نفس وشیطان کے حجابات پر حقائق)	6	رسالت کا حقیقی تصور: (راہِ فلاح کی دوسری گھاٹی: رسالت کے مقابلے میں آبا پرستی پر آگاہی)
7	توحید کا جامع تصور: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: شرک کے مقابلے میں توحید پر جامع رہنمائی)	8	عبادت کا معنی مفہوم: (تفہیم عبادت پر ایک اہم کتابچہ)
9	ظلم عظیم پر جامع رہنمائی: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: غلاظتِ شرک پر جامع رہنمائی)	10	کائنات سے خالق کائنات تک: (وجود خالق کے حیرت انگیز دلائل)
11	طاقتور ابلیسی دھوکے: (مکار ابلیس کی مزین کردہ انتہائی طاقتور چالوں سے آگاہی)	12	مجموعہ تحاریر: (مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر کا مجموعہ)
13	امت اسلامیہ کا اتحاد: (اتحاد و یکجہتی اور فرقہ واریت کی نحوست پر انتہائی اہم تحریر)		

کتابچے (Booklets)

عام لوگوں کیلئے اہم موضوعات پر ضخیم کتابوں کی بجائے کتابچوں کی شکل میں مختصر تحاریر

1	ایمان ایک زندہ حقیقت (انمول تحفہ)	2	زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟
3	مقصدِ حیات	4	انسانیت کی عظیم ترین آفت (خواہشِ نفس)
5	بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کی وجوہات؟	6	اوامر ونواہی کی لسٹ
7	تلاشِ رب (اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)	8	تلاشِ خالق (وجودِ خالق کے یقینی دلائل)
9	توحید (لا الٰہ الاّ اللہ)	10	رسالت (محمد الرسول اللہ)
11	حقوق العباد	12	پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل
13	پردہ: (پردہ کے ضمن میں مرد و عورت کیلئے قرآن وسنت کے احکامات)	14	اسلام کا قانونِ طلاق: (یک مجلسی تین طلاق کے ایک یا تین واقع ہونے پر اہم رہنمائی)

پمفلٹ اور بروشرز

مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر: پمفلٹ اور بروشرز وغیرہ۔

استفادہ کیلئے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

﴿آئیں دنیا وآخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

اللہ ہی کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اُسی کے دم سے کائنات رواں دواں ہے۔ سب اُسی کے محتاج ہیں، اُسے کسی کی احتیاج نہیں۔ وہی سب سے بڑا ہے۔ اُس کے ساتھ تعلق و دوستی سے بڑی کائنات میں کوئی اور سعادت نہیں۔ اس تحریر میں زندگی کا یہی سب سے بڑا راز (Secret of Life) کھولا گیا ہے کہ اللہ کا ساتھ کیسے مل سکتا ہے؟ اُسکے ساتھ دوستی کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟ اِس پر لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے، ضخیم تحاریر اور بڑے بڑے چلّے بتلائے ہیں، لیکن طویل عرصہ: قرآن و سنت پر غور و فکر، بے شمار اہل علم سے استفادہ، تجربات و مشاہدات کی بنیاد اور پختہ علم کی روشنی میں اس ضمن میں انتہائی اختصار سے چند نکات پر مبنی ایسا یقینی حل بتلایا کیا گیا ہے، جو کارگر ہو، نتیجہ خیز ہو، جسے ملحوظ رکھنے سے مراد کو پایا جا سکے۔ یہ راہ آسان تو نہیں، لیکن اس تحریر میں یقینی حل انتہائی اختصار سے بہت واضح کر دیا گیا ہے۔ اس تحریر کے ایک ایک لفظ پر غور و فکر کر کے، اسکی گہرائی میں اُتر کر اسے عمل میں لائیں، ان شاء اللہ منزل ضرور ملے گی۔ اس عظیم ترین سعادت سے آگاہی پا کر دوسروں کی آگاہی کا ذریعہ بنیں۔

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

www.khidmatislam.com
khidmat777@gmail.com

Designed By: عبدالواسع 0307-4122161